تسہیلِ خطباتِ اقبالؒ

مرتب ــــــ ڈاکٹر محمد ریاض (شعبہ اقبالیات)
ناشر ــــــ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد
سن اشاعت ــــــ ۱۹۸۶ء
قیمت ــــــ ۳ روپے پیپر بیک۔ کاغذ معمولی
مبصر ــــــ ڈاکٹر وحید عشرت

اقبالیات کے ضمن میں مختلف تحقیقی اور علمی کتب کی اشاعت میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا شعبہ اقبالیات کافی محنت سے پیشقدمی کر رہا ہے۔ اس وقت تک انہوں نے اقبال، بچوں اور نوجوانوں کے لیے۔ حرفِ اقبال۔ تقاریر بیادِ اقبال۔ اقبال کا تجزیاتی اشاریہ۔ اقبال اور بلوچستان کے علاوہ تسہیلِ خطباتِ اقبال (زیرِ تبصرہ) شائع کی ہیں۔ اگرچہ اقبالیات کے علاوہ بھی اس شعبہ نے چند اور کتب شائع کی ہیں تاہم ان میں سب سے اہم اور بنیادی کام یہی تسہیلِ خطباتِ اقبال ہے جس کی ایک عرصے سے شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر محمد ریاض جو اقبالیات کے خود بھی ایک جید عالم ہیں اور اس تسہیل میں خود بھی شریک ہیں، کی زیرِ نگرانی یہ ایک اہم کام ہوا ہے تسہیل کے اس کام میں ان کی دلچسپی اور انہماک کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

تسہیل کا کام اس سے قبل بھی تھوڑا سا ہوا ہے۔ مثلاً خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب فکرِ اقبال کے آخر میں خطبات کی تلخیصات کی تھیں۔ محمد شریف بقا نے بھی اس ضمن میں خطباتِ اقبال پر ایک نظر اسی تسہیل کے ضمن میں لکھی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے بھی اسی نام سے چند بنیادی معتقدات اور تصورات کی توضیح کی اور آخر میں پروفیسر محمد عثمان نے فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو کے حوالے سے کام کیا۔ ہم نے اپنے ایک تبصرہ میں اس سارے کام کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اقبالیات کے ایک گذشتہ شمارے میں کیا تھا لہٰذا یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

موجودہ کتاب 'تسہیل خطباتِ اقبال' میں خطبات کی تسہیل کی تفصیل کچھ یوں ہے:

خطبہ اوّل، ڈاکٹر محمد معروف　　　　خطبہ دوم ڈاکٹر سی اے قادر۔

خطبہ سوم جناب عبدالحمید کمالی　　　　خطبہ چہارم پروفیسر نیاز عرفان
خطبہ پنجم ڈاکٹر رحیم بخش شاہین　　　　خطبہ ششم ڈاکٹر محمد ریاض اور
خطبہ ہفتم ڈاکٹر ابصار احمد ــــ نے سہل کیا ہے۔

اس تسہیل کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ آخر میں فرہنگِ اصطلاحاتِ فلسفہ و نفسیات بھی دی گئی ہے۔ اور شروع میں علی گڑھ کے نامور فلسفی ڈاکٹر ظفر الحسن کا وہ خطبہ بھی دیا گیا ہے جو انہوں نے علی گڑھ میں خطبات پڑھے جانے کے زمانے میں صدارت کے فرائض ادا کرتے ہوئے دیا تھا۔

تسہیل کی ایک خوبی یہ ہے کہ ہر خطبے کے شروع میں ہر خطبے کے بنیادی نکات بھی دیے گئے ہیں تاکہ وہ افراد جو کسی وجہ سے کوئی خطبہ نہ پڑھ سکیں وہ ان نکات کو پڑھ کر ہی اندازہ کر لیں کہ خطبے کا موضوع کیا ہے۔ پھر ہر تسہیل کے بعد حواشی کا خصوصی طور پر اہتمام بھی ایک قابلِ قدر چیز ہے۔

اس خطبات کی تسہیل پر گفتگو دو پہلوؤں سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو اس کا صوری پہلو ہے جس میں ہر خطبے کی تسہیل کی ساخت، اس تسہیل کا فنی معیار، زبان اور طباعت و اشاعت کے ضمن میں ہونے والے تسامحات، فلسفیانہ اور دیگر اصطلاحات کے ترجمے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور دوسرے خطبات بہ علمی اور فکری حوالے سے بات کی جا سکتی ہے کہ ان تسہیلات کا معیار کیسا ہے اور یہ تسہیلات تفہیمِ فکرِ اقبال میں کس قدر معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ جہاں تک تسہیل نگاروں کا تعلق ہے وہ سارے ہی ہمارے کرم فرما ہیں اور ملک کی نامور علمی شخصیات ہیں جو عرصہ دراز سے اقبالیات کے مختلف موضوعات پر لکھ رہی ہیں۔ لہٰذا یقین کیا جانا چاہیے کہ انہوں نے طلبہ اور عام پڑھے لکھے لوگوں کا بھی ان تسہیلات کو کرتے وقت خیال رکھا ہو گا اور ان کا علمی اور فکری تناظر تفہیم اقبال میں موثر ثابت ہو گا۔ چنانچہ ہم ان ہی دو پہلوؤں سے اس تسہیلِ خطباتِ اقبال پر بات کرتے ہیں۔

جہاں تک کتاب کی طباعت، پروف ریڈنگ کا تعلق ہے اس کے بارے میں تو خود ڈاکٹر محمد ریاض صاحب بھی مطمئن نہیں ہیں۔ انہوں نے خود مجھے فرمایا کہ چند ناگفتہ بہ وجوہات کی بنا پر یہ کتاب معیاری طور پر شائع نہیں ہو سکی۔ ان کے اس دکھ اور کرب کے اظہار کے بعد اس سلسلے میں کوئی تنقید بیجا ہو گی۔ ہم تو محض چند اغلاط کی صرف اس لیے نشان دہی کر رہے ہیں تاکہ اگلے ایڈیشن کی اشاعت کے وقت وہ ان کی اصلاح کر سکیں۔ کیونکہ اس کتاب میں تو صفحات کے الٹ پلٹ لگنے تک کی اغلاط موجود ہیں۔ پہلا نسخہ تو ناقابلِ برداشت تھا تاہم دوسرے نسخے میں ممکنہ حد تک احتیاط موجود تھی۔ تاہم سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اکثر جگہ املا کی بھی اغلاط موجود ہیں۔ جا بجا تسہیل کرتے وقت اصل لفظ کی جگہ دوسرا با معنی

لفظ جڑ دیا گیا ہے کہ جب تک آپ باریک بین نہ ہوں آپ پر غلطی واضح نہیں ہو سکتی کیونکہ جملے صرف و نحو کی غلطی سے پاک ہیں۔ تدوین کار یا پروف ریڈر نے جو جا بجا غالباً اصل مسودہ نہ پڑھے جانے کی وجہ سے اصلاح کی ہے یہ اسی کا شاہکار ہے۔ اس سے جملہ صوری طور پر تو درست ہے مگر معنی کے لحاظ سے غلط ہے۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں:

کتاب کے صفحہ ۲۴ پر Cognitive کا ترجمہ نظریاتی یا عملی کیا گیا ہے جبکہ یہاں عملی کی بجائے لفظ علمی ہونا چاہیے تھا۔

اسی طرح صفحہ ۳۰ پر مساوی اور روحانی کی جگہ مادی اور روحانی۔

صفحہ ۳۲ پر ابدیت پالنے کی جگہ ابدیت پانے۔

صفحہ ۳۵ پر محاسن یا تجربی مدرکات کی جگہ محاسن کی بجائے محسوس ہونا چاہیے تھا۔

صفحہ ۵۴ پر افلاطون۔ . . . . دنیا میں بھی مشہور ہے، یہاں بھی مضحکہ خیز ہے۔

صفحہ ۱۰۱ پر یکتائیت و فرقیت کی جگہ فردیت ہونا چاہیے۔

صفحہ ۱۲۹ پر کھل کر محبت کریں لکھا ہوا ہے جو نہایت پُر لطف ہے۔ بحث کو محبت میں بدل کر شاید زیادہ بہتر تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایسے شہ پاروں سے یہ کتاب بھری پڑی ہے۔ خطبات کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ اور اصطلاحات کے ڈکشنری معانی دیے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ ایک لفظ کو دیکھ کر جو لغت میں معنی ہیں وہی دے دیے گئے ہیں۔ معنی کا تعین کرتے وقت لفظ کا محل اور مطالب کا سیاق و سباق پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ ترجمے میں اس طرح کی تا موسیت جس میں محض کسی لفظ کا مترادف لفظ جڑ دیا جائے، نہ تو مفاہیم کا ابلاغ دیتی ہے اور نہ اس سے تسہیل ہوتی ہے بلکہ مفہوم میں تخفیف پیدا کر دیتی ہے۔ پھر تسہیل کرتے وقت مُسلم علم کلام کی روایت کو بھی یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ متعدد متکلمانہ و فلسفیانہ اصطلاحات جو ہمارے ہاں رائج ہیں اور ان کے جو مفاہیم موجود ہیں ان سے استفادہ نہیں کیا گیا بلکہ مغربی اصطلاحاتِ فلسفہ کے مُسلم علمی روایت کو نظر انداز کر کے مضحکہ خیز تراجم کیے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ اصطلاحات و تصورات مغلق ہو گئے ہیں۔ پھر گذشتہ پچاس سالوں میں فلسفے پر جو کام ہوا ہے اور اردو میں جامعہ عثمانیہ میں اور مختلف دیگر جگہوں پہ فلسفیانہ کتب کے جو تراجم کیے گئے ہیں ان میں بہت سی فلسفیانہ اصطلاحات کے تراجم ہو چکے ہیں، ان سے بھی استفادہ کیا جا سکتا تھا مگر سہل انگاری کی وجہ سے ایسا نہیں کیا گیا۔ پھر یہ تسہیل نگار خود فلسفے کے اساتذہ ہیں انہیں تو اور بھی اردو میں فلسفے کی اصطلاحات سے آگاہ ہونا چاہیے تھا۔ نمونہ از مشتے خروارے

ملاحظہ ہوں جن سے آپ کو اس تسہیل کے بارے میں علم ہوگا کہ وہ ، پناگو ، مقصود حاصل نہیں کر سکی :

۱۔ "سرچشمہ یعنی نامیاتی تصورات کا مجموعی نامیاتی نظام مطلقاً حقیقی ہے"۔ ص ۱۱

۲۔ "حقیقی ایک مطلق زندگی ہے"۔ ۱۲

۳۔ "اس طرح زمان مکانی منظر بصورت حال بنتا ہے"۔ ۱۳

۴۔ "اس اہم حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ علم میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا سائنسی ؛ فکر یا ٹھوس خیال سے قطع نظر کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکتی"۔ ۲۶

۵۔ استقرائی عمل تعلیم کی "تلاش میں سرگرداں ہے"۔ ۲۸

۶۔ روحانیت کی تصدیق مادی دنیا کو ترک کر کے ممکن نہیں"۔ ۳۰

۷۔ انسان ایک پیداواری عمل کا نام ہے"۔ ۳۲

۸۔ ہمارا علم ، عقل اور محسوسات میں عقل شامل ہوتی ہے تو کسی محسوس شے کو کوئی ٹھوس شکل ملتی ہے"۔ ۳۳

۹۔ "ذہنی یعنی روحانی ادراک حاصل کر سکیں"۔ ۳۴

۱۰۔ "تمام تجربات غیر قدرتی یا مابعد الطبیعی نوعیت رکھتے تھے"۔ ۳۵

۱۱۔ "ناقابل بیان و ترسیل"۔ ۳۸

۱۲۔ "ہم عین حقیقت کا ادراک معروضی یعنی ایک حقیقت کے طور پر حاصل کرتے ہیں"۔ ۴۴

۱۳۔ "اس وقت فاعل ذات ریٹائر ہو جاتی ہے اور انسان اپنی اقلیت کی تہ تک پہنچ جاتا ہے"۔ ۷۱

۱۴۔ "ہر سیلف کا کیریکٹر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کیریکٹر قدرت اور اس کے مظاہر ہیں"۔ ۷۴

۱۵۔ "زمان ایک بنیادی حق ہے"۔ ۷۴

۱۶۔ "کیا اخروی ایغو یعنی ذات مطلق بھی تغیر پذیر ہے"۔ (یہاں اخروی ترجمہ ہے [illegible])۔ ۷۵

۱۷۔ "بالبصر مثبت"۔ ۸۰

۱۸۔ "یہ امکانات لامحدود کی جگہ عمیق ہیں"۔ ۸۰

۱۹۔ "اس اسم میں ایک تو انا کے انتہائی کے معنی پوشیدہ ہیں"۔ ۸۱

۲۰۔ 'قرآن نے اللہ کو . . . . . 'سمیع' بصیر بھی کہا ہے اس لیے وہ ہرگز بے لگام بے قید اور کور شعور نہیں ہے۔' ص ۸۵

۹۹ ۲۱۔ 'ابتدائی غیر مبصرانہ زندگی۔'

۲۲۔ درخت دراصل غیر تصوری علم یعنی سرّی علم از قسم جادو، ٹونے، سحر وغیرہ کا درخت تھا۔'

۱۰۱ ۲۳۔ 'اس داستان کا مرکزی موضوع استقلال زندگی کی فنا ناپذیر خواہش ہے۔ یہ خواہش کہ ایک ایسی ملکیت حاصل ہو جو زوال نا آشنا ہو۔ ایسا اقتدار اور طاقت جو ختم نہ ہو۔ محدود انا کی بقائے مسلسل کی آرزو جو حقیقی مضبوط اور مقرون فرد ہو مگر اس زمانِ روز و شب میں وہ اپنے استمرار کا موت سے ہمکنار ہونا دیکھتا ہے۔ پس وہ تولید و تناسل میں اپنی تکثیر کر کے ایک طرح کی اجتماعی بقا حاصل کرنے کا داعی ہوتا ہے۔'

یہ اقتباسات مفہوم کو ڈھانپنے اور چھپانے کا جو کارنامہ انجام دے رہے ہیں اس کا اندازہ تو سطور ذیل میں علامہ کی صرف ایک اصل عبارت سے اس کی تسہیل کا موازنہ کر کے ہوگا۔ البتہ ص ۱۰۱ کے باب میں یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ یہاں علامہ کا مطلب بھی غلط بیان کیا گیا ہے۔ اقتباس ص ۱۰۲ کی اصل عبارت یوں ہے:

The central idea here is to suggest life's irresistible desire for a lasting dominion, an infinite carear as a concrete individual. As a temporal being, fearing the termination of its carear by death, the only course open to it is to achieve a kind of collective immortality by self-multiplication (Review 69).

انگریزی کے علمی اسلوب سے آشنا کوئی بھی قاری مندرجہ بالا اقتباس کا مفہوم بسہولت سمجھ سکتا ہے۔ خواہ اسے فلسفے کے اصطلاحی اسلوب پر گرفت ہو یا نہ ہو مگر کیا اس کی "تسہیل" کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے، کیا اچھی اردو جاننے والے کسی بھی قاری کو اس اقتباس سے وہی مفہوم بسہولت حاصل ہو

سکتا ہے جو انگریزی میں موجود ہے ؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی ہی میں ہے تو پھر سوچیے کہ تسہیل اپنے مقصود کو کس حد تک حاصل کر سکی ہے !

اب اصطلاحات کے مترادفات کی طرف آئیے :

لفظ/اصطلاح	معنی/توضیح
اصلاح	اصلاح اور درستی
ازمنۂ وسطیٰ	تاریخ کا درمیانی دور۔ اسلامی تاریخ کے درمیانی دور کو بھی کہا جاتا ہے۔
ایجابی علوم	قابلِ حصول علوم
اندرونی ماہیت	حقیقی ماہیت، اصل الاصول
استطلاع	اطلاع
اثباتیت	مقبولیت
حقیقتِ غائی	دلیل غائی کا صحیح اور مصدقہ ہونا۔ غائی کی اصلیت
دارالاسلام	وہ ملک جہاں اسلامی نظام نافذ کرنے کی سہولت ہو اور جہاں اس کے نافذ کرنے میں رکاوٹ نہ ہو
ذاتِ مطلقہ	اللہ تعالیٰ کی ذات
شے بذاتہٖ	خود شے کا ہی ہونا
علم بالحواس	طبع علوم جو تجربے اور مشاہدے سے حاصل ہوں
عضویاتی احوال	نفسی یا قلبی واردات جن کا اظہار جسمانی حرکت سے ہو
عوارض	بیماریاں، نقائص۔ مفرد عارضہ
عرفان	اندرونی بصیرت یا روشنی

غیر لفظی ذریعہ	زبان اور اس کے آلام کے بغیر
کلامی علم الکلام	ایسا علم جس سے دینی عقائد کو استدلال سے برحق ہونا ثابت کیا جاتا ہے
ممیز	فرق - تمیز
منطقی معقولات	منطق کے اقوال
مظہر	اشیاء - مظاہرات
مقامِ کبریا	رسولِ خدا کا مقام - انسان کا بلند ترین اور حقیقی مقام
مابعد الطبیعی حقیقت	مادی یا عالمِ اشیاء کی حقیقت سے ماوراء اقدار وحصول کی حقیقت
موضوع	تصور
معروض	حقیقت
نظریۂ اضافت	وہ نظریہ جس میں اشیا کی حقیقت کا دیکھنے والے کی پوزیشن اور رفتار سے اقرار کیا جاتا ہے
واجب الوجود	جس کے وجود (ہستی) کا ہونا کسی صورت ناممکن نہ ہو
وارداتِ نفسی	قلبی واردات

اب اثباتیت کا مترادف یا ترجمہ یا معنی معقولیت کیسے ہے اور ایجابی علوم کے مطالب قابلِ حصول علوم کیسے ہوں گے، قارئین خود ہی غور فرما لیں۔

تسہیل کے کام کی نزاکت کے تقاضے کو، یوں لگتا ہے، جیسے نظرانداز کیا گیا ہے۔ اسی طرح خطبات کی تسہیل کا بھی حال ہے کہ اقبال کے خطبات کی تفہیم کی بجائے الجھاؤ پیدا ہوتا ہے اور یہ کتاب اپنی تالیف کا مقصد مکمل طور پر پورا نہیں کر سکی۔ تاہم یہ کتاب ان تمام کوتاہیوں کے باوجود اٹھا کر پھینکنے والی کتاب بھی نہیں۔ فاضل تسہیل نگاروں نے ہر خطبے کے شروع میں خطبے کے نکات دے کر اور آخر میں مباحث کا خلاصہ

دے کر ایک اچھا کام کیا ہے۔ پھر خطبات کی تسہیل میں متعدد نئے گوشے بھی سامنے آتے ہیں جو اس کام کی مشکلات کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایسے امور بھی ہیں جن پر غور کیا جانا ضروری ہے۔ مجموعی طور پر آخری تین خطبوں کی تسہیل زیادہ دلکش ہے۔ غالباً پہلے خطبات چونکہ مذہب کے نظریۂ علم سے تعلق رکھتے ہیں اور مذہبی تجربہ کے مافنسی اور قطعی ہونے پر اصرار کرتے ہیں لہٰذا ان کی تسہیل میں خود اس وقت بھی رکاوٹ پڑ جاتی ہے جب وہ فکر اور وجدان کو نامیاتی طور پر جڑا ہوا بھی قرار دیتے ہیں اور مذہبی مشاہدہ کے ناقابلِ ابلاغ ہونے کا بھی سراغ دیتے ہیں تو ایک منطقی کنفیوژن خود بخود پیدا ہوتا ہے پہلے تین خطبات اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی مشکل ہیں۔

بہرحال شعبۂ اقبالیات نے تسہیلِ خطباتِ اقبال کی روایت کو مزید آگے بڑھایا ہے۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں موجودہ ایڈیشن کی کوتاہیاں بھی دور ہو جائیں گی اور یوں تسہیلِ خطباتِ اقبال، شعبۂ اقبالیات کا ایک اچھا کام ثابت ہوگا۔

رجالِ اقبال

مصنف ـــــــــ عبدالرؤف عروج

ناشر ـــــــــ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

صفحات ـــــــــ ۵۱۴

قیمت ـــــــــ ۱۵۰ روپے

مبصر ـــــــــ ڈاکٹر ملک حسن اختر

علامہ اقبال پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے مگر حوالہ جاتی کام کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محنت طلب کام ہے۔ دوسرے ناشرین ایسے کام کی اہمیت سے آشنا نہیں ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ رجالِ اقبال کا مسودہ کئی سال ناشر کے پاس پڑا رہا۔ کتابت ہوا تو سہی مگر چھپ نہ سکا اور بالآخر ضائع ہوگیا۔ مصنف کی محنت رائیگاں گئی۔

کچھ عرصہ سے اقبال کے بارے میں حوالہ جاتی کتب کی افادیت کا احساس ہونے لگا ہے اور چند ایک کتب شائع بھی ہوئی ہیں۔ شاید اسی لیے رجالِ اقبال کے ناشر نے اپنی لاپروائی کا ازالہ کرنے کے لیے مصنف سے اصرار کیا کہ وہ دوبارہ کتاب کو مرتب کر دے۔ مصنفین تو ناشرین کی بات کو ٹال نہیں سکتے لہٰذا کتاب دوبارہ لکھی گئی اور اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

عبدالرؤف عروج صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت سے رجالِ اقبال کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، ان کے بارے میں مواد کا ماخذ کیا ہے۔ اس کمی کا احساس مصنف کو بھی ہے لہٰذا انہوں نے حرفِ اوّل میں اس کا جواز یوں پیش کیا ہے۔

> "یہ کتاب تحقیق و دریافت کے مروّجہ اصولوں اور ضابطوں کو پورا نہیں کرتی اور کہا جا سکتا ہے کہ اس میں حوالوں اور اسناد سے پہلو تہی کی گئی ہے۔ اس کے باوجود مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ اس کتاب میں جن افراد کا ذکر کیا گیا ہے یا جن کے سوانحی کوائف لکھے گئے ہیں ان کے جاننے والے

اور دیکھنے والے ہم میں موجود ہیں اور ذرا سی سعی اور کوشش سے ان سب کے حالات جمع ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی خاص حوالے یا سند کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ ان شخصیتوں یا افراد کے اقبال کے ساتھ تعلق کو واضح کرنے کے لیے مختلف اقتباسات درج کیے گئے ہیں۔ وہ سب اقبال کے کلام اور مکاتیب کے مجموعوں، تقریروں، بیانوں یا ان یاد داشتوں سے لیے گئے ہیں جو مختلف لوگوں نے مرتب کی ہیں۔ ان کتابوں سے ہر اقبال شناس واقف ہے۔ اس لیے ان حوالوں کے اندراج کو غیر اہم سمجھا گیا ہے۔"

عروج صاحب نے حوالوں کے اندراج سے صرفِ نظر کا جو جواز پیش کیا ہے اس سے انہوں نے خود کتاب کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ اگر ہر چیز اتنی ہی سہل الحصول ہے تو پھر انہوں نے کونسا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ بہرحال انہوں نے رجالِ اقبال کے کوائف اکٹھے کرنے میں یقیناً بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ تاہم بھی حوالے کی ضرورت اس لیے تھی کہ قاری اگر ماخذ تک جانا چاہے تو آسانی سے جا سکے۔

عروج صاحب نے جہاں حوالوں کو نظر انداز کیا ہے وہاں جن اشخاص کا ذکر کیا ہے ان کا اقبال سے جو تعلق ہے، اسے پوری طرح بیان نہیں کیا ہے۔ اگر کسی شخص نے اقبال کے بارے میں کوئی کتاب لکھی ہے تو اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اگر مضامین تحریر کیے ہیں تو ان کی طرف بھی اشارہ کر دینا چاہیے تھا مگر مصنف نے اس اہتمام کو ضروری نہیں سمجھا۔ مثال کے طور پر اسد ملتانی کا بیان ملاحظہ ہو۔ انہوں نے اقبال کو نظم و نثر میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے مگر اس طرف اشارا تک نہیں کیا گیا۔ یہ وفیسر جعفر بلوچ نے ایسی تحریروں کو اقبالیاتِ اسد ملتانی کے نام سے جمع کر کے شائع کرا دیا ہے۔ امین زبیری کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب اقبال کی سیرت پر لکھی تھی مگر اسے بعض وجوہات کی بنا پر شائع نہیں کیا گیا۔ اگر وہ ان وجوہات کا ذکر بھی کر دیتے تو بہتر تھا۔ ویسے امین زبیری کی یہ کتاب "خدوخالِ اقبال" کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔ مولانا راغب حسین کے بیان میں اقبال کے بعض خطوط درج کیے گئے ہیں مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ مولانا کے نام اقبال کے مکاتیب کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے جن میں قیامِ پاکستان کے بارے میں ایسے بیانات ہیں جن کو موضوعِ بحث بنانا چاہیے تھا۔ مولانا کا ذکر ص ۲۱۴ سے ص ۲۴۴ تک ہوا ہے مگر صفحات کی ترتیب غلط ہونے کی وجہ سے بڑی الجھن ہوتی ہے۔

رجالِ اقبال میں ۱۲۲ اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سب سے طویل بیان آفتاب اقبال کا ہے جو

۵ صفحات پر چھپا ہوا ہے اور سب سے مختصر تذکرہ پروفیسر آسیس مائیکل جینس کا ہے جو بمشکل آدھے صفحے میں سمایا ہے۔ یہ سارے اصحاب جن کا اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے اقبال کے معاصرین ہیں لیکن ان شخصیات سے صرفِ نظر کیا گیا ہے جن کا ذکر ان کی تصانیف میں آیا ہے مگر وہ معاصرین نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر ابنِ عربی اور شاہ ولی اللہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کے لیے غالباً جلد دوم میں گنجائش رکھی گئی ہو گی جس کا وعدہ مصنف نے حرفِ اوّل میں کیا ہے۔

عبدالرؤف عروج نے رجالِ اقبال میں خاندانِ اقبال کے دو افراد کا ذکر کیا ہے۔ ایک اقبال کے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کا اور دوسرے ان کے بڑے بھائی عطا محمد کا۔ تعجب ہے کہ انہوں نے ان کے والد نور محمد صاحب اور ان کے صاحبزادے جاوید اقبال کا ذکر نہیں کیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان اصحاب کا ذکر دوسری جلد کے لیے اٹھا رکھا گیا ہے مگر اقبال کے خاندان کے تمام افراد کا ذکر ایک ہی جلد میں ہونا چاہیے تھا۔ اگر دوسری جلد کے لیے اسے مخصوص کیا گیا تھا تو آفتاب اقبال اور شیخ عطا محمد کا ذکر بھی دوسری جلد میں ہی کرنا چاہیے تھا۔ ان خامیوں کے باوجود "رجالِ اقبال" بڑی مفید کتاب ہے۔ اقبال کے قارئین اگر ان اشخاص کے بارے میں جاننا چاہیں جن سے ان کا اقبالیات کے مطالعے کے دوران واسطہ پڑتا ہے تو یہ ان کی مدد کرتی ہے۔ اگر اس کتاب میں یہ بھی بتا دیا جاتا کہ ان اشخاص کے بارے میں مزید معلومات کہاں سے مل سکتی ہیں تو کتاب اور بھی مفید ہو جاتی اور اقبال کے قارئین کو ایک بڑی سہولت میسر آ جاتی۔

AL-TAWḤĪD

A Quarterly Journal of Islamic Thought and Culture

A quarterly journal published by Sāzmān-e Tablīghāt-e Islāmī, Tehran, Islamic Republic of Iran. Contains articles on Qur'ānic studies, ḥadīth (tradition), Islamic philosophy and 'irfān (mysticism), fiqh and uṣūl (law and jurisprudence), Islamic history, economics, sociology, political science, comparative religion, etc., and reviews on books on related topics. Launched in 1983, the journal is in the third year of publication.

Scholars from all over the world are invited to contribute to the journal.

All contributions and editorial correspondence should be sent to:

The Editor, Al-Tawḥīd (English), P. O.Box 14155-4843, Tehran, Islamic Republic of Iran.

Distributed by:

Orient Distribution Services
P.O.Box 719, London SE26 6PS, England

Subscription Rates (inclusive of postage):

	Per copy	Annual Subscription
Institutions & Libraries	£ 3. 75	£ 15.00
Individuals	£ 2. 50	£ 10.00
Back copies	£ 4. 00	

اقبال ـــــ ایک تحقیقی مطالعہ

مصنف ـــــ پروفیسر ڈاکٹر ملک حسن اختر

ناشر ـــــ یونیورسل بکس۔

۴۰۔اے۔اردو بازار لاہور

صفحات ـــــ ۲۴۸

طباعت ـــــ دیدہ زیب۔ نفیس کاغذ پر مع متعدد عکوس و تصاویر

قیمت ـــــ ۶۰ روپے

مبصر ـــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض

جناب پروفیسر ڈاکٹر حسن اختر اردو ادب اور اقبال شناسی کے ضمن میں اپنی تحقیقات کے لیے ملک بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ میں ان کے مقالے بڑی دلچسپی سے پڑھتا رہا ہوں۔ کئی سال پہلے "اطرافِ اقبال" اور "دائرۃ المعارفِ اقبال" کے عنوان سے انکی دو کتابیں مطالعہ کی تھیں اور ان دنوں "اقبال اور نئی نسل" اور زیرِ تبصرہ "اقبال ایک تحقیقی مطالعہ" دو مزید کتابیں مطالعہ کی ہیں۔ جہاں تک میرا احساس ہے ملک صاحب تحقیق کے تقاضوں سے آگاہ ہیں اور ان کی تحریر میں کافی پختگی اور جامعیت ہے۔

"اقبال ایک تحقیقی مطالعہ" مصنف کے سات طویل اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے:

طالب علم اقبال	اقبال کا سلسلۂ ملازمت
اقبال اور پنجاب یونیورسٹی	اقبال اور درسی کتابیں
اقبال اور عزیز احمد	اقبال اور کونسل آف سٹیٹ
علم الاقتصاد	

مندرجہ بالا سات مقالوں میں سے صرف "علم الاقتصاد" ایک نیا مضمون ہے جو اس کتاب میں پہلی بار شامل ہوا ہے۔ باقی مضامین مختلف تحقیقی مجلات میں شائع ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

"اقبال ایک تحقیقی مطالعہ" کے ابتدائی مضامین میں متعدد عکوس اور تصویریں نہایت عمدگی سے شائع ہوئے ہیں۔ سرکاری اداروں کی شائع کردہ کتابوں میں ایسے لوازمات تعجب انگیز نہیں ہوتے مگر حضرت علامہ کی محبت مظہر ہے کہ نجی اشاعتی ادارے بھی یہ کام نہایت عقیدت اور محبت سے انجام دیتے ہیں۔ ان مضامین میں تحقیق اور انتقاد ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ اس مجموعے میں کئی نئی باتیں ملتی ہیں اور کئی پہلے سے مشہور باتوں کی اصلاح، مثلاً علامہ اقبال کی کئی اسناد پہلی بار عکس کی صورت میں شامل ہوئی ہیں۔ اقبال کے سلسلۂ ملازمت کے بارے میں کچھ باتیں لوگوں نے یونہی مشہور کر رکھی ہیں۔ مصنف نے تحقیقی مطالب یکجا کر دیے ہیں۔

درسی کتابوں کے سلسلے میں جن دو تین حضرات نے لکھا ہے کہ ملک صاحب نے ان کی تحقیقات پر اضافہ کیا ہے۔ میری طرح کئی حضرات کو علم نہ ہوگا کہ منشی غلام قادر فرخ امرتسری کے ڈرامہ "خنجر ہلال" کی علامہ اقبال نے تعریف کی تھی اور یہ ڈرامہ چونکہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکوں کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلے میں لکھا گیا، اس لیے ہلال کی تعریف پر اقبال کا نوٹ (دیکھیں مکتوبات) اور حضرت علامہ کے ترانۂ ملی کا یہ شعر اس ڈرامے کے نام سے کس قدر ہم آہنگ ہے:

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ علامہ اقبال کے تعلق کو ملک صاحب کا مضمون بہت روشن کرتا ہے البتہ کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ غالباً ۱۹۲۶ء میں جامعہ پنجاب نے بی۔ اے فارسی کا جو نصاب رائج کیا تھا اس میں حضرت علامہ نے اقامہ اور زور سے بیدل کی شاعری کو نصاب میں شامل کروایا تھا۔ میں سر دست ایک بے حوالہ بات کو لکھ رہا ہوں۔ ایسی ہی ایک دوسری بات کا حوالہ گم ہو گیا اور وہ علامہ اقبال کے لندن یونیورسٹی میں علم معاشیات کی کلاسوں میں شامل ہونے سے متعلق ہے۔ اقبال کیمرج میں پڑھتے ہوئے نہ صرف وہاں کے اساتذۂ معاشیات کی کلاسوں میں شریک تھے بلکہ کبھی کبھی لندن یونیورسٹی میں بھی آ پہنچتے تھے۔

"اقبال، نئی تشکیل" اور کئی دوسرے اردو اور انگریزی مقالوں کے مصنف عزیز احمد مرحوم اور علامہ اقبال کے افکار کا قرب و بُعد معروف ہے، اس پر کہاں تک لکھا جائے۔ کتاب کے صفحہ ۲۲۵ پر مصنف نے حصۂ مضمون میں "اقبال اور پاکستانی ادب" کے عنوان سے ایک مضمون کی اس مجموعے میں اصلاح کرلی ہے۔ اگلے صفحے پر ابو سعادت جلیلی کے مضمون "اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ" کے بارے میں

ایک بار مجھے لکھا تھا کہ یہ جناب ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی کا ہے۔ البتہ صفحہ ۲۳۶ میں انھوں نے عزیز احمد کے دو نئے مضامین کا ان سے انتساب کیا ہے یعنی "اقبال اپنی رباعیات کی روشنی میں" اور "اقبال کی شاعری کا پہلا دور"۔ وہ عزیز احمد کے مضامین میں شامل ہو کر راقم کی نظر سے نہیں گزرے۔ بہر حال عزیز احمد تجدید ہی کے نہیں تجدد کے بھی قائل تھے اور علامہ کے جن افکار سے وہ اپنے مقاصد کے لیے استفادہ کر سکتے تھے، کیا نیز انھوں نے نہایت دقتِ نظر سے مطالعۂ اقبال کیا تھا۔

علم الاقتصاد اردو نثر میں علامہ اقبال کی پہلی تصنیف ہے۔ اقبال (جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا) فلسفیانہ تفکر میں اور معاشی مسائل کے بارے میں غور و فکر کر کے زندگی میں توازن قائم کیے رہے۔ ان کی ساری تصانیف اس بات کی غماز ہیں کہ زندگی کے معاشی پہلو پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ نوابغ کے سلسلے میں اسناد اور ڈگریوں کی بحث عبث ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ اقبال نے معاشیات اعلیٰ جماعتوں کو پڑھائی اور ان کے امتحانات لیے، وہ فکری اور نظری طور پر معاشی مسائل پر پوری دسترس رکھتے تھے۔

علم الاقتصاد کے سلسلے میں انھوں نے تصحیح کی ہے کہ یہ کتاب انگریزی کی کسی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ معروف کتابوں سے ماخوذ ہے اور مصنف نے کہیں کہیں اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ اس سے پہلے اقبال واکر کی کتاب "پولیٹیکل اکانومی" کا خلاصہ لکھ چکے تھے۔ البتہ یہ تلخیص اب تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ علم الاقتصاد ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی مگر اب اس کتاب کی اشاعتِ ثانی پر ۱۹۰۳ء لکھ دیا گیا ہے جس سے پیدا شدہ غلط فہمی اب بھی موجود ہے۔

"علم الاقتصاد" کے بارے میں ایک دو مضامین لکھے گئے اور ایک دو کتابوں میں اس کا ذکر ہے ملک صاحب نے ان مقالات اور کتب کے استنباطات سے قطع نظر خود تحقیق کر کے صورت حال واضح کی ہے کہ اقبال نے ایف۔ اے واکر کی "پولیٹیکل اکانومی" کو زیادہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ ان کا دوسرا ماخذ الفریڈ مارشل کی کتاب "پرنسپلز آف اکنامکس" تھی۔ دونوں کتابوں کے بعض حصوں کو علامہ مرحوم نے پورے کا پورا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ مالتھس کا نظریۂ آبادی اقبال نے ماہرِ معاشیات و عمرانیات کی کتاب سے نہیں بلکہ ایف۔ اے واکر کی کتاب سے بالواسطہ طور پر حاصل کیا ہے۔ یہ کتابیں اقبال کے ذاتی مجموعۂ کتب میں موجود رہی ہیں۔ قارئینِ اقبال جانتے ہیں کہ فاضل آبادی کے بارے میں اس مشہور نظریے کا انعکاس "علم الاقتصاد" کے علاوہ اس دور میں اقبال کے لکھے

جاننے والے کئی دوسرے مقالوں میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً "قومی زندگی" ۱۹۰۴ء، "اسلام بطور اخلاقی اور سیاسی نظریہ" ۱۹۰۹ء اور "ملتِ بیضاء پر ایک عمرانی نظر" ۱۹۱۰ء۔ اس نظریے کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی علاقے کی آبادی بہت بڑھ جاتی ہے اور لوگوں کے خورد و نوش اور دیگر سہولتوں کا بندوبست کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو قانونِ قدرت اس صورت حال کا خود بندوبست کرتی ہے اور وباؤں اور سیلابوں سے فاضل آبادی کا صفایا کر دیا کرتی ہے۔

اس مضمون بلکہ دوسرے مضامین کی بھی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مقالات میں مصنف نے اصل انگریزی زبان کے اقتباسات کی فوٹو کاپیاں بڑی محنت اور اہتمام سے شائع کی ہیں۔ اس سے دلچسپی لینے والے حضرات تحقیق کے آئینہ خانے میں بیٹھے ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اصل موضوع اور اصل عنوان کیا تھا اور قیاسی تحقیق کرنے والوں اور زیب داستاں کے لیے بات سے بات پیدا کرنے والوں نے کیا سے کیا کر دیا۔ ہم عجمیوں کے تفکر کے بارے میں خود اقبال فرما گئے ہیں:

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے

ہمارے ہاں بیشتر تحقیق کا بھی یہی حال ہے۔ دراصل ہمارے یہاں علم کی روایات مفقود رہتی ہیں کہ جس سے تحقیق کو لذت ملے اور صاحبِ علم جلوت میں آکر کھلا بات کرے۔ وہ جرأت مند عشق اب نہ رہا جس کی خلوت سے تخلیق کے سوتے پھوٹ نکلیں۔

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملّا کے غلام اے ساقی!

علامہ اقبال نے "لن ترانی" کی جس اصرار آمیز تحقیق کی بات کی یا تخلیق کے لیے جس ہنگامۂ آفاق کی حامل خلوت گزینی کا اشارہ کیا وہ دونوں اس دور میں کہاں میسّر ہیں کہ:

معنیِ تازہ کہ جوئیم و نیابیم کجاست
مسجد و مکتب و میخانہ عقیم اند ہمہ

ان حالات میں یہ کتاب ایک شعاعِ امید ہے۔ پروفیسر ملک صاحب کی جاندار کتاب پر اپنے نحیف و نزار تبصرے میں کچھ جان ڈالنے کے لیے تخلیق و تحقیق کے سلسلے میں علامہ کے وہ شعر آخر میں لکھ دیے ہیں جن کا اشارہ اوپر کے پیراگراف میں ہوا اور یہی اس تبصرے کا حسنِ اختتام ہے:

علم و ہم شوق از مقاماتِ حیات
ہر دو می گیرد نصیب از واردات
علم از تحقیق لذت می برد
عشق از تخلیق لذت می برد
صاحبِ تحقیق را جلوت عزیز
صاحبِ تخلیق را خلوت عزیز
چشمِ موسیٰ خواست دیدارِ وجود
ایں ہمہ از لذتِ تحقیق بود
لن ترانی نکتہ ہا دارد دقیق
اندکے گم شو دریں بحرِ عمیق
ہر کجا بے پردہ آثارِ حیات
چشمہ زارش در ضمیرِ کائنات
در نگر ہنگامۂ آفاق را
زحمتِ جلوت مدہ خلاق را
حفظِ ہر نقش آفریں از خلوت است
خاتمِ او را نگیں از جلوت است

THE MUSLIM WORLD

A JOURNAL DEVOTED TO THE STUDY OF ISLAM AND OF CHRISTIAN-MUSLIM RELATIONSHIP IN PAST AND PRESENT

Founded in 1911
Sponsored by Hartford Seminary since 1938

Offers a variety of articles on Islamic Theology, Literature, Philosophy, and History. Dedicated to constructive inter-religious thought and interpretation. Book reviews. Current notes. Survey of periodicals.

Annual Subscription Rates: Individuals, U.S. $18.00
Institutions, U.S. $25.00
Air Mail: Please add $12.00
(Please draw checks on U.S. bank or use international money order.)

Please make checks payable to *The Muslim World* and mail to:
The Muslim World
77 Sherman Street
Hartford, Connecticut 06105, U.S.A.

Published by
The Duncan Black Macdonald Center
at Hartford Seminary

حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے

مصنف ـــــــ محمد حمزہ فاروقی

ناشر ـــــــ ادارۂ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور

صفحات ـــــــ ۵۸۸

قیمت ـــــــ ۱۵۰ روپے

مبصر ـــــــ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

حکیم الامت حضرت علامہ کی شاعری اور فلسفے پر ان گنت کتب لکھی جا چکی ہیں۔ اسی طرح ان کی زندگی کے بارے میں بھی اگرچہ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن جیسا کہ "حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے" کے فاضل مرتب نے لکھا ہے "اس بہت کچھ اور کثرت کے باوجود معاملہ برعکس (تشنہ) نظر آتا ہے، یعنی اس ضمن میں بعض اہم معاصر مآخذ سے استفادہ نہیں کیا گیا، حالانکہ انہی سے علامہ کی زندگی کی صحیح اور بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔

روز نامہ انقلاب اپنے دور کا ایک اہم اخبار تھا جو عبدالمجید سالک مرحوم اور مولانا غلام رسول مہر مرحوم کی زیرِ ادارت شائع ہوتا تھا۔ دونوں حضرات، حضرتِ علامہ کے عقیدت مند تھے اور ان کی محفلوں میں اکثر شریک رہتے تھے۔ اسی عقیدت و ارادت کے سبب انہوں نے "انقلاب" میں حضرت علامہ سے متعلق اتنی اطلاعات و اخبار شائع کر دیں کہ ان کی زندگی سے متعلق اچھا خاصا مواد جمع ہو گیا! ایسا مواد جو شاید ہی کہیں اور دستیاب ہو سکے۔ حضرتِ علامہ کی سیاسی و علمی زندگی، شاعری، ملازمت وغیرہ کے بارے میں اطلاعات کچھ اس ڈھنگ اور تفصیل سے آگئی ہیں کہ انہیں یک جا کرنے کی صورت میں وہ گویا علامہ کی زندگی پر ایک فلم کی شکل اختیار کر جاتی ہیں اور ہم علامہ کو باقاعدہ چلتے پھرتے، جلسوں میں خطاب کرتے اور اپنے اشعار سناتے اور گاڑیوں وغیرہ میں سفر کرتے دیکھتے ہیں۔

مذکورہ مواد روز نامہ انقلاب کے بیسیوں شماروں میں بکھرا پڑا تھا جسے کتابی صورت دینا اور وہ بھی اس صورت حال میں کہ اخبار کے تمام فائل ایک جگہ دستیاب نہ ہوں، بڑی ہی استقامت اور جانکاہی کا متقاضی تھا۔ محمد حمزہ فاروقی نے اس استقامت اور جانکاہی سے کام لیا اور عشاقِ اقبال پر بلا شبہ احسان کیا ہے۔

جیسا کہ مذکور ہوا کتاب زیرِ تبصرہ حضرت علامہ سے متعلق ان اطلاعات و اخبار کا مجموعہ ہے جو روزنامہ انقلاب میں مختلف مواقع پر اشاعت پذیر ہوتی رہیں اور اس مجموعے کو فاضل مرتب نے بڑے حسن و سلیقے سے ترتیب دیا اور حواشی و تعلیقات کا اضافہ کر کے اس کی اہمیت و افادیت بڑھا دی ہے۔ حواشی و تعلیقات فاضل مرتب کے وسیع مطالعے اور شدید محنت کے غماز ہیں۔

کتاب دیباچے کے علاوہ سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ دیباچے میں فاضل مرتب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ:

"جب تک عصرِ اقبال کے تمام اخبارات و رسائل میں سے اقبال سے متعلق تحریروں کو تلاش کر کے یک جا نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے پس منظر کی بھرپور تصویر ابھر کر سامنے نہ آ سکے گی۔"

ان کا کہنا ہے کہ اس جہت میں علامہ کے صرف مضامین، تقاریر اور خطوط کی بازیافت ہوئی ہے جبکہ اس سے وسیع تر پیمانے پر کام کی ضرورت ہے۔

دیباچے میں مولانا غلام رسول مہر مرحوم کا ایک خط بنام مرتب بھی درج ہے جس میں مرحوم نے فاضل مرتب کی توجہ اس کام کی طرف دلائی ہے۔ یہ خط مرحوم کی علامہ سے دل بستگی کے علاوہ ملی جذبے اور درد کا غماز ہے۔ "انمول موتی" کے عنوان سے علامہ کے ۱۲ نادر مقولے بھی شاملِ کتاب ہیں۔

پہلا باب "فکر و فن" کے عنوان سے ہے جس میں علامہ کے مقالات و مضامین کے علاوہ "غیر مدوّن کلامِ اقبال" اور "منظوماتِ اقبال" کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس باب میں "نئے سال پر حکیم مشرق کا ہنگامہ خیز پیغام" واقعی ہنگامہ خیز ہے۔ اس میں علامہ نے قومیت، اشتراکیت اور صنعا ئیت کے بتوں کو توڑنے اور انسانیت کا احترام کرنے پر زور دیا ہے۔ یہ پیغام سالِ نو (جنوری ۱۹۳۸ء) کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو لاہور سے نشر کیا گیا۔ اصل متن انگریزی میں تھا جیسا کہ حاشیے میں لکھا ہے۔ اس کی تیاری میں (علامہ کی بیماری کے سبب) مولانا سالک نے علامہ کی مدد کی تھی اور بعد میں اس کا اردو ترجمہ "انقلاب" میں شائع کیا تھا۔

دوسرے باب "نقد و تبصرہ" میں تصانیفِ اقبال کا تعارف علامہ کی جو بھی کتاب شائع ہوتی "انقلاب" میں فوراً اس کا تعارف چھپ جاتا) "کلامِ اقبال سے متعلق مہر کے اداریے اور "مقررین کی کلامِ اقبال پر تنقید" شامل ہیں۔ یہ تنقید مثبت تنقید اور ستائش کلامِ اقبال ہے۔

تیسرا باب "علمی اور تہذیبی مجالس سے وابستگی" میں "ادارہ معارف اسلامیہ" "اسلامک ریسرچ

انسٹی ٹیوٹ" اور "انجمنِ اسلامیہ پنجاب" جیسے اداروں کا حضرت علامہ کو اپنے مختلف اجلاسوں میں مدعو کرنا، ان سے صدارت کرانا اور دیگر علمی معاملات میں ان سے مشورہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

چوتھے باب "اسفارِ اقبال" میں علامہ اقبال کے بیرونِ ملک، یورپ، افغانستان اور اندرونِ ملک کے سفروں کی تفصیل ہے جو خاصی دلچسپ ہے۔ جب علامہ کسی سفر پر روانہ ہونے لگتے تو "انقلاب" مسلمانوں کو انہیں الوداع کہنے کے لیے سٹیشن پر پہنچنے کی دعوت دیتا۔ اس دعوت کے بغیر بھی کئی مواقع پر ایسا ہوا کہ لوگ گرمی اور بارش کی پروا کیے بغیر سٹیشن پر پہنچ گئے اور اس میں الوداع اور استقبال، دونوں شامل تھے۔ مثلاً ایک سفر سے متعلق خبر ملاحظہ ہو:

"ریلوے سٹیشن پر احباب کا اجتماع تھا جس میں بزرگانِ ملت، وکلا، بیرسٹر، اخباروں کے ایڈیٹر اور کالجوں کے پروفیسر شامل تھے"۔ ص ۱۷۳

اسی طرح یہ خبر:

"آج صبح حضرت علامہ اقبال دہلی سے گذرے تو ہزاروں مسلمان استقبال کے لیے سٹیشن پر موجود تھے۔ سنٹرل مسلم یوتھ لیگ کے علاوہ متعدد انجمنوں نے سپاسنامے پیش کیے، جن کے جواب میں حضرت علامہ نے مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں کو تاکید فرمائی کہ سچے مسلمان کی زندگی بسر کریں اور آنے والی جنگ کے لیے تیار رہیں۔ . . . ." ص ۱۷۴

اس باب میں علامہ کے خلاف کانگریسیوں کے ناپاک پروپیگنڈے کی بھی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس باب سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ حضرت علامہ کو زندگی ہی میں زبردست پذیرائی ملنا شروع ہو گئی تھی جو بعض معاصرین کے لیے "اذیت" اور "حسد" کا سبب بنی تھی۔

پانچویں باب "معاصرین اور احباب" میں گرامی، مولوی میر حسن، پروفیسر آرنلڈ، شیخ نور محمد وغیرہم کا مختصر تعارف، "غازی رؤف پاشا" اور "حاجی نظامت" کا ذکر ہے۔ اس باب کے پہلے حصے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ ان حضرات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

چھٹا باب "مولانا حسین احمد سے روابط" بہت مختصر باب ہے جس میں مولانا کی، علامہ کے زیرِ صدارت جلسوں میں بعض تقاریر کا ذکر آ گیا ہے۔

ایک جگہ مولانا کے قوم اور ملک سے متعلق نظریے کی بھی خبر ہے اور یہی وہ خبر ہے جس نے علامہ سے یہ مشہور قطعہ لکھوایا تھا:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبیست
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدِ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

فاضل مرتب نے اس ضمن میں حاشیے میں مختصراً اشارہ کر دیا ہے ورنہ اس سلسلے میں حضرت علامہ اور مولانا کے درمیان جو بحث چھڑی وہ سبق آموز ہے کہ علامہ تو قرآن کے حوالے سے بات کرتے رہے اور مولانا "فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا" کے مصداق لغوی حوالے لاتے رہے۔ جناب جاوید اقبال نے "زندہ رود" میں یہ پوری بحث ریکارڈ کر دی ہے۔

ساتویں باب "علمی اور سماجی سرگرمیاں" میں علامہ کی "جلسوں میں شرکت"، "اقبال بحیثیت وکیل" اور "متفرقاتِ اقبال" کا تذکرہ ہے۔

آٹھویں باب "کلامِ اقبال کی ترویج و اشاعت" میں علامہ کی تصانیف کی اشاعت کے علاوہ ان کے ترانہ کی مقبولیت کی بات ہے۔

نویں باب "فکرِ اقبال سے خوشہ چینی" میں "اقبال پر نظمیں اور نظمِ اقبال سے استفادہ" کے علاوہ "اقبال کی تاریخہائے وفات" جمع کر دی گئی ہیں۔ زیادہ تر تاریخیں حفیظ ہوشیارپوری مرحوم کی نوشتہ ہیں جو اس فن میں طاق تھے۔ لیاقت علی مرحوم کی شہادت پر انہی نے حضرت علامہ کے اس مصرعے سے تاریخ نکالی تھی۔ ع

سلہٗ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ

یہاں بھی انہوں نے علامہ ہی کے ایک مصرعہ سے ان کی تاریخِ وفات نکالی ہے۔ ع

صدق و اخلاص و صفا باقی نماند (۱۳۵۷ھ)

تاریخہائے وفات کے علاوہ تاریخہائے مزار بھی ہیں اور ان میں بھی حفیظ ہی چھائے ہوئے ہیں۔

دسواں باب علامہ کی "تبلیغِ اسلام" سے متعلق ہے۔ یہ باب بھی خاصا دلچسپ اور اہم ہے۔ اس میں خالد لطیف گابا (لاہور کے مشہور وکیل جن کا ہندوانہ نام کنہیا لال گابا۔ کے ایل گابا تھا) کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ آ گیا ہے۔

گیارہویں باب میں "زندگی کے مختلف پہلو" زیرِ بحث آئے ہیں جن میں "مختلف عہدوں پر تعیناتی

کی خبریں"، "عارضہ درد گردہ اور آخری بیماری"، "کتب و رسائل پر رائے" اور "اعزازی ڈگریاں" کسی قدر تفصیل پر مشتمل ہیں۔

بارھواں باب "اقبال سے متعلق افکار و حوادث کے کالم" کا مجموعہ ہے۔ ان کالموں میں حضرت علامہ سے نار کھانے والوں کی بھی ایک حد تک نشان دہی ہوتی ہے۔ گو یہ کالم مزاح کے حامل ہیں لیکن بعض اہم خبریں اور باتیں بھی ان میں آ گئی ہیں۔

تیرھواں باب "طالب علم تنظیموں کی سرپرستی" سے متعلق ہے۔ ان تنظیموں میں "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" اور "انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چودھواں باب "قدردانی عام" کے عنوان سے ہے۔ اس میں "دوسرا یوم اقبال" اور "مشاہیر کے پیغام" کی تفصیل ہے۔ دوسرا یوم اقبال ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو یعنی علامہ کی زندگی ہی میں منایا گیا۔ پہلے یہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو منایا جانا تھا، کرسمس کی تعطیلات کے سبب تاریخ بڑھا دی گئی۔ اس موقع پر مشہور اہل قلم نے علامہ اور ان کی شاعری پر وقیع مضامین پڑھے۔

پندرھواں باب "چراغ آخر شب" ہے جس میں "اقبال کے انتقال کے بعد" مہر کے اداریے آ گئے ہیں۔ یہ اداریے اس موقع پر مہر مرحوم کے دلی کرب کا پتا دیتے ہیں۔

آخری باب "صدق و خلاص و صفا باقی نماند" کے عنوان سے ہے جو، جیسا کہ بیان ہوا، خود علامہ کا ایک مصرع اور ان کی تاریخ وفات بھی ہے۔ اس میں "ماتم اقبال" اور "بعد از مرگ" کی تفصیلات ہیں۔ آخری حصے میں مقبرہ بنانے کی تجویز، ختم سوم اور چہلم وغیرہ کی خبریں ہیں۔

جیسا کہ ملاحظہ ہوا، فاضل مرتب نے یہ خبریں اور تفصیلات یونہی اٹکل پچو جمع نہیں کیں بلکہ خاص سلیقے سے ان کی تبویب کی ہے جو الگ محنت اور عرق ریزی کی طالب تھی۔ پھر حواشی و تعلیقات سے بعض تشنہ خبروں کا پس منظر سامنے آ گیا ہے جس سے قاری کے لیے حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ معلومات کا بھی سامان ہو گیا ہے۔ بادی النظر میں اس کتاب کا ایک آدھ حصہ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن جیسا کہ مولانا مہر نے فاضل مرتب کے نام اپنے خط میں لکھا ہے:

> "زمانہ آئے گا جب حضرت علامہ کی ایک ایک ادا، ایک ایک بات کے لیے لوگ چراغ لے کر نکلیں گے ..... الخ"

تو شاید اس بات نے فاضل مرتب کو اس پر مجبور کیا ہو کہ وہ "انقلاب" میں موجود اس طرح کے تمام بکھرے ریزوں کو ایک لڑی میں پرو دیں تاکہ وہ بکھرنے سے محفوظ رہ جائیں اور آنے والے محققین اور شائقینِ اقبال کی شناس

اعتنا کا محور نہیں

کتاب صوری اور معنوی ہر لحاظ سے دلکش ہے۔ سرورق جاذبِ نظر اور کاغذ اور چھپائی عمدہ۔ چھپائی کی اغلاط "آٹے میں نمک" سے بھی کم۔ غرض کتاب زیرِ تبصرہ بہ ہر طور نہ صرف اقبالیین، بلکہ مطالعے کا تھوڑا بہت ذوق رکھنے والے قارئین کے لیے بھی ایک لائقِ مطالعہ تحفہ ہے، جس کے لیے فاضل مرتب اور ناشرِ ادارہ شکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں!